حجازِ مقدس کی والہانہ حاضری

حضرت مولانا عبدالرؤف غزنوی
سابق استاذ: دارالعلوم دیوبند انڈیا، حال استاذ: جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

(چھٹی اور آخری قسط)

شیخ عبدالفتاح اُبوغدہؒ کا تذکرۂ خیر (گزشتہ سے پیوستہ)

خوش اخلاقی و خاکساری میں یکتا

شیخ ابوغدہ رحمہ اللہ کی خصوصیات میں سے ایک خصوصیت یہ تھی کہ وہ خوش اخلاقی و خاکساری کے ایک بلند مقام پر فائز تھے۔ جس وقت احقر کو ان کی زیارت اور ان کی درسگاہ میں سامع کی حیثیت سے حاضری کا شرف میسّر رہا، اس وقت شیخؒ کی عمر ستّر سال سے کچھ اوپر ہو چکی تھی اور ان کے علوم و تصانیف کی شہرت عالمِ اسلام کے گوشے گوشے تک پھیل چکی تھی، لیکن اس کے باوجود ان کی کسی ادا سے یہ محسوس نہیں ہوتا تھا کہ وہ کسی عُجب یا خود پسندی میں مبتلا ہیں، بلکہ ان کی گفتار و کردار سے واضح طور پر یہ محسوس ہوتا تھا کہ وہ اپنے آپ کو ایک ادنیٰ طالب علم تصور کرتے ہیں، چنانچہ میں دیکھتا تھا کہ درسگاہ میں پڑھاتے وقت جب کوئی طالبِ علم ان سے سوال کرتا تو وہ اپنی کرسی سے اُٹھ کر طالب علم کے قریب آ کر بہت ہی اہتمام و شفقت کے انداز میں اُسے سمجھا دیتے، اسی طرح میں نے یہ بھی مشاہدہ کیا ہے کہ بعض مرتبہ شیخ مطالعہ کے لیے اپنے دفتر سے جامعہ کی لائبریری کی طرف پیدل نکلتے اور خادم کی حیثیت سے احقر بھی کبھی ساتھ ہو جاتا، تاکہ لائبریری میں ان کی مطلوبہ کتابوں کو تلاش کرنے اور ان کی میز تک پہنچانے کی سعادت مجھے میسّر رہے اور اس دوران ان سے استفادہ کرنے کا کچھ موقع بھی ملے، لائبریری کی طرف جاتے ہوئے راستہ میں احقر یہ دیکھتا کہ جب سامنے سے آتے ہوئے کوئی طالب علم شیخ کو دیکھ کر ان سے مصافحہ کے لیے مڑنے کا ارادہ کرتا تو اس طالب علم کے مڑنے سے پہلے شیخ اس کی طرف مڑ جاتے اور ہاتھ بڑھا کر سلام و مصافحہ اور مزاج پرسی کرتے، میں اس منظر کو دیکھ کر محوِ حیرت ہو جاتا کہ اتنی مصروفیت اور بڑھاپے کے باوجود شیخ کے بلند اخلاق و تواضع کا کیا ٹھکانہ ہے! کوئی بھی ادنیٰ طالب علم جب مصافحہ کرنے کے لیے ان کی طرف مڑنے کا ارادہ کرتا ہے وہ خود مڑ کر اس کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہیں اور سلام و مصافحہ کے ساتھ نہایت شفقت کے انداز میں مزاج پرسی بھی کرنے لگتے ہیں۔

شام کی سرزمین سے تعلق رکھنے والے فضیلۃ الشیخ عبدالفتاح ابوغدہ ؒ کے اخلاقِ فاضلہ اور صلاحیت وتقویٰ کو دیکھتے ہوئے مجھے نبی کریم ﷺ کی مندرجہ ذیل وہ دُعا یاد آجاتی، جو آپ ﷺ نے سرزمین شام ویمن کی برکت کے لیے فرمائی تھی:

''عن ابن عمرؓ عن النبی ﷺ قال: اللّٰھم بارک لنا فی شامنا و فی یمننا ۔'' (رواہ البخاری، ج:۱،ص:۱۴۱)

اور یہ سوچتا کہ شاید نبی کریم ﷺ کی مذکورہ عمومی دُعا اور اس کی برکات میں سے ایک حصہ حضرت شیخ ابوغدہ کو علمِ نافع، عملِ صالح اور بلند اخلاق کی صورت میں ملا ہے۔ شیخ ابوغدہ اور شام سے تعلق رکھنے والے چند دیگر علمائے کرام کے علم وفضل، تقویٰ وطہارت اور تواضع وخاکساری کو سامنے رکھتے ہوئے مندرجہ ذیل اُس حدیث کی طرف بھی ذہن منتقل ہوجاتا جس میں سرزمینِ شام کے حق میں خوشحالی اور اس بات کی خبر دی گئی ہے کہ اس پر اللہ کے فرشتوں نے اپنے پر بچھائے ہوئے ہیں:

''عن زید بن ثابت ؓ قال: قال رسول اللّٰہ ﷺ : طوبٰی للشام، قلنا: لأیّ ذٰلک یارسول اللّٰہ ؟ قال لأن ملائکۃ الرحمٰن باسطۃ أجنحتہا علیہا ۔'' (رواہ الترمذی، ج:۲،ص:۲۳۲)

تحقیقی ذوق اور صحیح الفاظ کے انتخاب میں مہارت وپختگی

شیخ عبدالفتاح ابوغدہ ؒ کو عربی زبان کے مفردات اور اس کی نثر ونظم کا ایک بڑا سرمایہ محفوظ تھا، اسی طرح قواعدِ صرف ونحو اور مسائلِ فصاحت و بلاغت پر عبور حاصل تھا، وہ اپنے مضامین کے اندر مبہم، پیچیدہ یا ایسے الفاظ کو جگہ دینے کے روادار نہیں تھے جو غلط ہونے کے باوجود رواج پاگئے ہوں، اپنی تحریروں میں ان کی کوشش ہوتی کہ قاری کو کوئی دقت و پریشانی لاحق نہ ہونے دیں، وہ واضح الفاظ اور صاف ستھرے جملوں کو ترجیح دیتے، اور اگر ان کی تحریر میں کوئی ذرا سا مشتبہ یا مشکل لفظ آجاتا تو اس پر اعراب وحرکات وسکنات ظاہر کردیتے، اسی طرح اگر کسی دوسرے مصنف کی کتاب میں کوئی مبہم لفظ ان کے سامنے آتا تو اس کی تہ تک پہنچنے کی کوشش کرتے اور جب تک اُسے حل نہ کرلیتے انہیں چین نہیں آتا۔

ان کے شاگرد رشید اور علمی جانشین شیخ محمد عوّامہ حفظہُ اللہ نے ان کے تحقیقی ذوق سے متعلق ایک چشم دید واقعہ لکھا ہے، جس کا مفہوم وترجمہ پیش کیا جارہا ہے:

''ایک مرتبہ میں اپنے استاذ محترم کی خدمت میں حاضر ہوا، وہ اپنی عادت کے مطابق مجھے اپنے مہمان خانے لے گئے، میں نے دیکھا کہ مہمان خانہ کی تمام کرسیوں میں سے جن کی تعداد اچھی خاصی تھی ایک بھی بیٹھنے کے لیے خالی نہیں، سب کے اوپر کتابیں رکھی ہوئی ہیں، میں نے ہنستے ہوئے ان سے عرض کیا کہ خیریت تو ہوگی ان شاء اللہ! (یہ کیا منظر دیکھ رہا ہوں؟) شیخ نے ایک کتاب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ: اس کتاب کے اندر لفظ ''إحالۃ'' حاءِ مہملہ کے ساتھ میرے سامنے آیا جس سے متعلق مصنف لکھتے ہیں کہ: امام شافعیؒ اس کے قائل ہیں، میرے سمجھ میں یہ نہیں آیا کہ ''إحالۃ'' سے ان کی مراد کیا

ہے؟ اور میں نے اِس لفظ کی تلاش میں تین مہینے محنت کی اور اپنے چند مشایخ سے بھی معلوم کیا، لیکن جواب نہیں ملا، پھر میں نے ان تمام کتابوں میں سے ایک ایک کو یہاں لاکر اس کے اندر اس لفظ کو تلاش کیا، بالآخر مسئلہ حل ہوگیا اور معلوم ہوا کہ یہ لفظ ''إحالة'' نہیں، بلکہ خاءِ معجمہ کے ساتھ ''خَالَ یخَالُ'' سے لیا گیا لفظ ''إخالة'' ہے بمعنی گمان کرنا، اور حضرات شوافع کے نزدیک اصول الفقہ کی کتابوں میں بابِ قیاس کے اندر علّت سمجھنے کا ایک طریقہ ''إخالة'' ہے۔'' (امداد الفتاح، ص:۱۳۰)

اسی طرح شیخ محمد عوّامہ نے اپنے استاذِ گرامی سے متعلق ایک دوسرا واقعہ اس طرح لکھا ہے:

''جب ہم مرحلہ ثانویہ کے سالِ اول کے طالبِ علم تھے تو ہمارے استاذ (شیخ امین اللہ عیروض رحمۃ اللہ علیہ) نے واقعہ بیان کیا کہ وہ چند ساتھیوں سمیت جن میں شیخ عبدالفتاح ابوغدّہ بھی شامل تھے دمشق گئے اور ایک عالم کے حلقۂ درس میں شریک ہوئے، اس دوران ایک لفظ کے تلفُّظ یا مفہوم میں (جو مجھے یاد نہیں رہا) شرکائے حلقہ کو اشکال پیش آیا، مدرّس صاحب نے ایک طالب علم کو ''القاموس المحیط'' لانے کا حکم دے دیا تو ہمارے استاذ جنہوں نے یہ واقعہ بیان کیا ہے ان سے کہنے لگے کہ قاموس لانے کی کوئی ضرورت نہیں، اس لیے کہ یہاں پر بولتا ہوا قاموس شیخ عبدالفتاح ابوغدّہ موجود ہیں، آپ لوگ جو چاہیں ان سے دریافت کرلیں''۔ (امداد الفتاح، ص:۱۲۲)

راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ شیخ عبدالفتاح ابوغدّہ رحمۃ اللہ علیہ غلط لفظ کو ہرگز برداشت نہیں کرتے تھے اور طلبہ کو بھی اس کے استعمال سے روکتے تھے، اور سبق کے دوران اہتمام کے ساتھ ایسے الفاظ کی نشاندہی کرتے جو غلط ہونے کے باوجود زباں زد ہوچکے ہُوں، مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ایک مرتبہ ''جامعة الملک سعود'' میں علوم الحدیث پڑھانے کے لیے جب شیخ درس گاہ تشریف لائے تو تخریجِ احادیث کے طریقے بتاتے ہوئے حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''التلخیص الحبیر فی تخریج أحادیث الرافعی الکبیر'' کا ذکر فرمایا، اور اس مناسبت سے کہا کہ بعض لوگ اس کتاب کو الف لام کے بغیر مضاف ومضاف الیہ سمجھ کر ''تلخیص الحبیر'' کے نام سے یاد کرتے ہیں جو کہ غلط ہے، اس لیے کہ یہ موصوف وصفت ہے اور صحیح لفظ الف لام کے ساتھ ''التلخیص الحبیر'' ہے، اور افسوس ہے کہ بیروت کے بعض اشاعتی اداروں نے بھی مذکورہ کتاب کا نام اس کی جلد پر غلط شائع کیا ہے، پھر شیخ نے تختۂ سیاہ پر (نوٹ) لکھ کر اس کے نیچے مذکورہ بالا تحقیق کا خلاصہ لکھا اور طلبہ کو اپنی کاپیوں میں نقل کرنے کا حکم دے دیا۔

شیخ عبدالفتاح ابوغدّہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں مزید کچھ عرصہ تک رہنے کی تمنا وکوشش

احقر نے ''جامعة الملک سعود'' میں دو سال (۱۴۰۸ھ-۱۴۰۹ھ) گزار کر شعبہ ''معهد اللغة العربیة'' کے آخری کورس ''إعداد المعلّمین'' سے بھی فراغت حاصل کرلی، اس کے

بعد قانونی طور پر میں ''جامعة الملک سعود '' میں مزید قیام نہیں کرسکتا تھا۔ اُدھر دارالعلوم دیوبند کی تدریسی خدمت سے بھی مجھے صرف دو سال کی چھٹی ملی تھی جس کی مدت پوری ہوگئی تھی، لیکن دل یہ چاہ رہا تھا کہ فضیلۃ الشیخ عبدالفتاح ابوغدّہ کی خدمت میں مزید کچھ عرصہ تک رہنے کا موقع ملے، تاکہ صرف سامع کی حیثیت سے نہیں بلکہ باضابطہ طور پر ان کے حلقۂ درس میں شامل ہوکر ان سے استفادہ کرسکوں، میں نے اپنی اس آرزو کا اظہار جب شیخ ابوغدّہ سے کیا تو انہوں نے اس کی تائید فرمائی، اور ان ہی کے مشورہ سے میں نے اگلے تعلیمی سال ۱۴۱۰ھ کے لیے ''کلیة التربية '' کے شعبہ ''الثقافۃ الاسلامیۃ-تخصص فی التفسیر والحدیث'' مرحلہ ایم -اے میں داخلہ لینے کی درخواست پیش کردی۔ مذکورہ مرحلہ میں غیرملکیوں کا داخلہ تقریباً ممنوع تھا، لیکن احقر کی درخواست کو اس وجہ سے قدر کی نگاہ سے دیکھا گیا کہ احقر نے اللہ تعالیٰ کی توفیق اور اپنے بزرگوں کی دعاؤں کی برکت سے شعبہ ''معهد اللغة العربية '' میں اعلیٰ اور امتیازی نمبرات حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ طالبِ مثالی کی سند اور پورے جامعہ کی سطح پر چار سونے کے تمغے (گولڈ میڈل) بھی حاصل کرلیے تھے، چنانچہ میری درخواست کارروائی کے لیے منظور ہوگئی اور جامعہ کے نظام کے مطابق پانچ پروفیسروں پر مشتمل کمیٹی نے میرا انٹرویو لیا، کمیٹی میں محترم ڈاکٹر نعمان السامرّائی، محترم ڈاکٹر احمد حِلبی، محترم ڈاکٹر حسین الترتوری، محترم ڈاکٹر شاکر فیّاض، محترم ڈاکٹر عبدالرحمٰن المطرودی شامل تھے۔ انٹرویو میں پانچ چیزیں پیش نظر تھیں: نمبر ایک یہ کہ طالب کی سابقہ سند کس حیثیت کی حامل ہے؟ نمبر دو یہ کہ تفسیر وحدیث میں اس کی صلاحیت کیسی ہے؟ نمبر تین یہ کہ معلوماتِ عامّہ میں اس کی قابلیّت کتنی ہے؟ نمبر چار یہ کہ طالبِ علم کی شخصیت کیسی ہے؟ نمبر پانچ یہ کہ عربی زبان میں اس کی صلاحیت کیسی ہے؟۔

اللہ تعالیٰ کی توفیق سے انٹرویو میں کامیابی ہوئی اور مذکورہ پانچوں امور میں سے ہر ایک کے سامنے بالترتیب ''ممتاز'' لکھا گیا اور آخر میں یہ لکھا گیا کہ مقرّرہ کمیٹی مذکورہ طالب علم کے داخلہ کی سفارش کرتی ہے اور پھر پانچوں پروفیسر حضرات نے دستخط کردیئے، اس انٹرویو کی بنیاد پر ''كلية التربية – قسم الثقافة الإسلامية '' کے محترم نگراں ڈاکٹر حمدان بن محمد الحمدان نے داخلہ کے لیے میری نامزدگی کی تصدیق کرتے ہوئے اگلے سال کے لیے میرا تعلیمی وظیفہ جاری کرنے کی تحریر متعلقہ شعبہ جات کو ارسال کردی، جس کی بنیاد پر سالانہ چھٹیوں کے بعد مجھے نیا تعلیمی ویزا مل جاتا اور دارالعلوم دیوبند میں میرے پتہ پر ارسال کردیا جاتا۔

حضرت مولانا مرغوب الرحمٰن صاحب کے نام شیخ عبدالفتاح ابوغدّہ کی ایک تحریر

مذکورہ بالا مراحل کے بعد اگلے سال ۱۴۱۰ھ کے لیے دراساتِ علیا کلیۃ التربیۃ میں میرا داخلہ یقینی ہوگیا تھا جس سے شیخ عبدالفتاح ابوغدہ کی خدمت میں مزید کچھ عرصہ تک رہنے اور ان سے استفادہ کرنے کا موقع مل جاتا، البتہ ایک اہم مرحلہ ابھی باقی تھا اور وہ دارالعلوم دیوبند کی طرف سے مزید چھٹی ملنے کا مرحلہ تھا! کیونکہ میں دارالعلوم کا مدرس تھا اور دارالعلوم نے میری صرف دوسال کی چھٹی کی منظوری دی تھی جس کی مدّت پوری ہوچکی تھی، لہٰذا میں نے شیخ عبدالفتاح ابوغدّہ سے

درخواست کی کہ آپ حضرت مولانا مرغوب الرحمٰن صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند کے نام ایک تحریر عنایت فرمادیں جس میں ان سے میری مزید چھٹی منظور کرنے کی سفارش کی گئی ہو! شیخ نے خوشی کے ساتھ میری گزارش منظور فرماتے ہوئے حضرت مولانا مرغوب الرحمٰن صاحب کے نام مندرجہ ذیل سفارشی تحریر لکھ کر میرے حوالہ کردی۔ تحریر کے ایک ایک لفظ سے شیخ کی بے انتہا تواضع و بلند اخلاق کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے، اورانہوں نے اس ناکارہ شاگرد سے متعلق جو کچھ فرمایا ہے وہ میں اپنے لیے فالِ نیک اور باعثِ سعادت تو ضرور سمجھتا ہوں، تاہم اپنے آپ کو ان اوصاف کا حامل ہرگز تصور نہیں کرتا جو شیخ نے ذرّہ نوازی فرماتے ہوئے میرے متعلق ذکر کردیئے ہیں، بلکہ میں وثوق کے ساتھ یہ کہہ سکتا ہوں کہ انہوں نے حسنِ ظن (جو ایک کامل ومتقی مؤمن کا شیوہ ہوا کرتا ہے) اور خورد نوازی وشفقت کے تحت اپنے اس ادنیٰ شاگرد کی حوصلہ افزائی فرمائی ہے، تحریر کا عکس اردو ترجمہ کے ساتھ پیش کیا جارہا ہے:

بسم الله الرحمن الرحيم

إلى سماحة الشيخ الجليل والعلامة النبيل مولانا مرغوب الرحمن
مدير الجامعة الإسلامية دار العلوم ديوبند حفظه الله تعالى وأمتع به

من محبه وراجي دعواته عبدالفتاح أبوغدة

السلام عليكم ورحمة الله وبركاته،
وبعد فأحمد الله تعالى إليكم، وأرجو أن تكونوا أنتم ومن في حضرتكم الشريفة بكل خير وحبور وعافية ونعمة.
لقد أكرمنا الله تعالى بلسان صدق عنكم، وواحد خير منكم، هو الأخ الفاضل الشيخ عبدالرؤوف خان عبدالودود، فقد كان ترجمان خير لجامعتكم ونبراس صدق للتلمذة عليكم، فقد حظي بحب كل عارفيه، من طيب سيرته وأخلاقه الرضية، ومن جده العلمي وذكائه الفطري وصفائه الروحي والنفسي، فقد أحسنتم الغرس وأطبتم الوفادة، وهو قد تعلق بالعبد الضعيف حبًّا (والحسن ذاودهم)، فنطلب من جامعتنا هنا تمديد دراسته، وحبًّا منهم له وتقديرًا لمواهبه وأخلاقه الزكية أجابوا طلبه بانشراح وفرح.
فإذا تكرمتم بالموافقة على استمرار بقائه يكون في ذلك خير كثير إن شاء الله تعالى، له ولجامعتكم ولجامعتنا، فإن المثال الصحيح قليل، والمثال المعلول كثير وكثير جدًّا، فاكرموا ببقائه عندنا ولو سنة واحدة، والله يجزي المتصدقين، ولتقبلوا أطيب تحياتي واحترامي لسماحتكم، مع رجاء دعواتكم، ونقل تحياتي لساداتنا المشايخ الكرام في ساحتكم، وأستودعكم الله إلى لقاء قريب حبيب بإذن الله، والسلام عليكم ورحمة الله.

٢٨/١١/١٤٠٩ محبكم عبدالفتاح أبوغدة

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بخدمت شیخ معظم ومکرم حضرت مولانا مرغوب الرحمٰن صاحب مہتمم جامعہ اسلامیہ دارالعلوم دیوبند

حفظہ اللہ وأمتع بہ، ان کے مخلص دوست اوران کی دعاؤں کے طلبگار عبدالفتاح أبوغدّہ کی طرف سے
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

بعدازسلام الحمدللہ! میں ٹھیک ہوں اورامید کرتا ہوں کہ آپ اور آپ کے متعلقین خیروخوشی اور عافیت ونعمت سے سرشار ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ لوگوں کے ایک سچے ترجمان اور بہترین نمایندہ برادرِ باکمال شیخ عبدالرؤف خان عبدالودود کے ذریعہ ہمیں اعزاز بخشا، موصوف آپ کے جامعہ کے ایک بہترین نمایندے اور آپ کے ایک سچے شاگرد ثابت ہوئے، وہ اپنے صاف ستھرے طرزِعمل و بلند اخلاق، علمی جدوجہد وفطری ذہانت اور روحانی ونفسیاتی پاکیزگی کی بدولت اپنے تمام جاننے والوں کی محبت سے بہرہ ور ہوگئے، جس سے یہ اندازہ ہوا کہ آپ نے اچھا پودالگایا ہے اورعمدہ نمایندہ کا انتخاب فرمایا ہے۔ موصوف نے اس کمزور بندہ سے عقیدت ومحبت کا تعلق قائم رکھا (جو درحقیقت ورم والے کوموٹا سمجھنے کے مترادف ہے) اور جامعہ میں مزید پڑھنے کی درخواست پیش کی اور جامعہ کے ذمہ داروں نے ان سے محبت کی خاطر اوران کی صلاحیتوں اور پاکیزہ اخلاق کے احترام میں شرحِ صدروخوشی کے ساتھ ان کی درخواست کوشرفِ قبولیت سے نوازا۔

لہٰذا اگر آپ بھی ان کو یہاں پر مزید رہنے کی اجازت عنایت فرمائیں گے تو ان شاء اللہ تعالیٰ! یہ موصوف کے حق میں اور آپ کے جامعہ اور ہمارے جامعہ کے حق میں زیادہ بہتر ہوگا، اس لیے کہ بہترین نمونہ کا وجود شاذونادر بنتا جارہا ہے اور ناقص نمونوں کے وجود میں اضافہ ہوتا جارہا ہے، پس کم ازکم ایک سال کے لیے آپ ان کو ہمارے پاس رہنے کی اجازت مرحمت فرمائیں، اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کو جزائے خیر عطا فرماتے ہیں، اور ایک مرتبہ پھر آپ کے حضور میں خراجِ عقیدت و احترام پیش کرتا ہوں اس امید کے ساتھ کہ آپ ہمیں دعا میں یاد فرمائیں گے اور آپ کے یہاں جو دیگر ہمارے قابلِ احترام مشایخ ہیں ان کی خدمت میں بھی سلام پیش فرمائیں گے، اور آپ کو اس امید کے ساتھ اللہ کے سپرد کرتا ہوں کہ اللہ عن قریب ایک خوشگوار ملاقات کا موقع عطا فرمائیں گے۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ۔

آپ کا مخلص
عبدالفتاح أبوغدّہ
۱۴۰۹/۱۱/۲۸ھ

’’جامعة الملک سعود‘‘ سے احقر کی دارالعلوم دیوبند واپسی

’’جامعة الملک سعود‘‘ میں اپنا دوسالہ کورس ۱۴۰۸ھ-۱۴۰۹ھ مکمل کرنے کے بعد حضرت شیخ ابوغدّہ کی مذکورہ بالاتحریر کے ساتھ احقر کی دارالعلوم دیوبند واپسی ہوئی، ارادہ یہ تھا کہ اگر دارالعلوم نے اجازت دی تو مزید کچھ عرصہ تک ’’جامعة الملک سعود‘‘ جاکر حضرت شیخ ابوغدّہ

سے استفادہ کروں گا، لیکن جب میں نے شیخ کی تحریر حضرت مہتمم صاحب کی خدمت میں پیش کردی اور ان سے اور اپنے اساتذۂ کرام سے مشورہ طلب کیا تو سب نے یہ مشورہ دیا کہ تمہیں دارالعلوم دیوبند میں تدریس کا جو موقع نصیب ہوا ہے یہ بہت بڑی سعادت اور علمی ترقی کے لیے ایک اہم ذریعہ ہے، اور سلسلۂ تدریس میں طویل انقطاع مناسب نہیں معلوم ہوتا، لہٰذا بہتر یہ ہوگا کہ تم نے جو دو سال ''**جامعة الملک سعود**'' میں گزارے ہیں اور اس دوران شیخ ابوغدّہ سے استفادہ کا موقع بھی ایک حد تک حاصل کرلیا ہے' اسی پر اکتفا کریں اور دارالعلوم کی ضرورت اور تدریس کی اہمیت کو مدِّنظر رکھتے ہوئے سعودی عرب جانے کا ارادہ ترک کریں۔ حضرت مہتمم صاحب اور اساتذہ کرام کے اس مشورہ کے بعد سرِتسلیم خم کرنے کے علاوہ کوئی راستہ نہیں تھا، اس لیے ان کا حکم اپنے لیے سعادت سمجھتے ہوئے سعودیہ جانے کا ارادہ ترک کردیا اور فوری طور پر سال ۱۴۱۰ھ کو دوبارہ دارالعلوم دیوبند میں تدریس کا آغاز کردیا اور حضرت شیخ ابوغدّہ سے مزید استفادہ کرنے کی تمنا پوری نہ ہوسکی، جس کا احساس آج تک باقی ہے۔

''جامعة الملک سعود'' کے ماحول میں اپنے مسلک پر احقر کا ثابت قدم رہنا اور اس کے اسباب

سعودی عرب کی درسگاہوں میں پڑھنے والے اپنے ہی مسلک کے بعض طلبہ کو دیکھا گیا ہے کہ وہ وہاں کے ماحول سے متاثر ہوکر اپنے مسلک میں کمزور پڑ جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا احقر پر یہ خصوصی کرم رہا کہ تقریباً دو سال تک وہاں پر رہنے کے باوجود مسلک میں کوئی کمزوری پیدا نہیں ہوئی، بلکہ غیر مقلدین کی بے ضابطگیوں کو قریب سے دیکھ کر اپنے مسلک میں مزید پختگی پیدا ہوئی۔ اللہ تعالیٰ کی توفیق وفضل و کرم کے بعد اس ثابت قدمی کے ظاہری اسباب چار تھے:

۱:......میرے استاذ ومرشد فقیہ الامت حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی قدس سرّہٗ صدر مفتی دارالعلوم دیوبند کی دعاؤں اور ان سے رابطہ میں رہنے کا اثر اور ان کی نسبت وتربیت کی برکات

۲:......حضرت الاستاذ مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری مدظلّہم العالی شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند سے بذریعہ تحریر مسلسل رابطہ اور ان کی نصیحتیں

۳:......حضرت شیخ عبدالفتاح ابوغدّہ رحمۃ اللہ علیہ سے خصوصی تعلق اور ان کی شفقتیں

۴:......حضرت مولانا محمد ادریس صاحب میرٹھی قدّس سرہٗ فاضل دارالعلوم دیوبند و استاذِ حدیث وتفسیر جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی کی ایک پر اثر اور جامع ومختصر نصیحت ''جاؤ! لیکن خیال رکھنا کہیں وہاں پر اغواء نہ ہوجاؤ'' جس کا تذکرہ اس سے پہلے کرچکا ہوں۔

اللہ تعالیٰ کی توفیق اور مذکورہ بالا چار اسباب کی برکت سے یہ بھی ہوا کہ جب میرا اپنا دو سالہ کورس مکمل ہوگیا اور طالبِ مثالی کی خصوصی سند اور سونے کے چار تمغوں اور دیگر انعامات سے مجھے نوازا گیا تو ''**معهداللغة العربية**'' کے مدیر جناب ڈاکٹر محمد یاسین اُلفی کے توسط سے سعودی عرب کی وزارۃ

الاعلام نے پرکشش رعایتوں کے ساتھ مجھے ملازمت دینے اور سعودی عرب میں بچوں سمیت مقیم ہونے کی تحریری پیشکش کردی! اللہ تعالیٰ نے اسی وقت حضرت مولانا محمد ادریس میرٹھی قدس سرہٗ کی مندرجہ بالا نصیحت یاددلادی، اور بغیر کسی تأمل کے میں نے شکریہ کے ساتھ اس پیشکش کو قبول کرنے سے معذرت کرلی، اور شاید اسی نصیحت پر عمل کرنے کا ثمرہ ہے کہ چند سال بعد اللہ تعالیٰ نے جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن میں حدیث کی خدمت کا موقع نصیب فرمایا، وللّٰہ الحمد و المنۃ ۔

شیخ عبدالفتاح ابوغدّہ سے احقر کی آخری ملاقات، ان کی طرف سے اجازتِ حدیث اور ایک اہم نصیحت

اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ماہِ رجب ۱۴۱۵ھ کو احقر زیارتی ویزا پر سعودی عرب گیا اور ارادہ یہ تھا کہ حرمین شریفین کی حاضری کے ساتھ ساتھ ''جامعۃ الملک سعود ریاض'' جاکر وہاں کے اساتذۂ کرام اور بالخصوص حضرت شیخ عبدالفتاح ابوغدّہ کی خدمت میں بھی حاضری دوں گا، چنانچہ ۱۸؍رجب ۱۴۱۵ھ کو ریاض میں شیخ کی قیام گاہ پر حاضری نصیب ہوئی، شیخ نے اپنی عادتِ جمیلہ کے مطابق مہمان خانہ میں بٹھایا اور میری حیثیت سے کافی بڑھ کر اکرام فرمایا اور اپنی تصنیفی وتحقیقی مصروفیات میں سے ایک اچھا خاصا وقت نکال کر مجھے اپنے علمی ملفوظات اور پند ونصائح سے نوازا اور ساتھ ساتھ انہوں نے افغانستان کے اپنے تازہ سفر کا تذکرہ بھی فرمایا جو مجاہدین کے درمیان مصالحت کے لیے کیا گیا تھا اور افغانستان کے چند شہروں جیسے ہرات، کابل اور بلخ اور وہاں کے علماء کے علمی کارناموں اور تاریخی واقعات کا تذکرہ کیا، جس سے میں نے اندازہ لگایا کہ شاید وہ اس سلسلہ میں کوئی مضمون یا رسالہ لکھنا چاہتے ہیں۔

انہوں نے اپنے تحقیقی ذوق کے مطابق افغانستان کے ایک شہر ''شین ڈنڈ'' کا تذکرہ بھی کیا جس کی زیارت انہوں نے اس تازہ سفر میں کی تھی، اور چونکہ اس شہر کا نام پشتو زباں کا لفظ ہے، اس لیے مجھے حکم دیا کہ زبانی طور پر اس کا صحیح تلفُّظ اور تحریری طور پر اس کی صحیح کتابت دونوں بتادو، تعمیلِ حکم پر مجھے دعاؤں سے نوازتے ہوئے فرمایا کہ: میں اس میں ایک الف کا اضافہ کرتے ہوئے ''شین دَانڈ'' بولتا اور لکھتا تھا۔

اس نشست میں میں نے ادب کے ساتھ شیخ سے اجازتِ حدیث کی درخواست کی، اس لیے کہ جس وقت ''جامعۃ الملک سعود'' میں سامع کی حیثیت سے میں ان کے درسِ اصول الحدیث میں حاضر ہوا کرتا تھا اس وقت میں ان کے حلقۂ درس کا باضابطہ طالب علم نہیں بلکہ صرف سامع تھا، اور سامع بھی روایتِ حدیث کا نہیں بلکہ درسِ اصول الحدیث کا، اور چونکہ اس وقت ارادہ یہ تھا کہ اگلے سال ان شاء اللہ! ان کے باقاعدہ شاگرد کی حیثیت سے حاضری ہوگی اور پھر اجازتِ حدیث کی صورت بھی پیدا ہوجائے گی، لہٰذا اُس سے پہلے ان سے اجازتِ حدیث کی درخواست نہ کرسکا، لیکن جیسا کہ اس سے پہلے لکھ چکا ہوں دارالعلوم دیوبند کی طرف سے مجھے مزید چھٹی نہ مل سکی اور شیخ کی

خدمت میں باضابطہ طالبِ علم کی حیثیت سے حاضری کی تمنا دل ہی دل میں رہ گئی۔

بہرصورت! اِس ملاقات میں ہمّت کرکے میں نے ان سے اجازتِ حدیث کی درخواست کی! انہوں نے صرف زبانی ہی نہیں بلکہ تحریری طور پر ایک خصوصی اجازت نامہ سے سرفراز فرمایا، اور وہ اس طرح کہ ان کے سب سے محبوب استاذ حضرت علاّمہ محمد زاہد کوثری رحمۃ اللہ علیہ (متوفّٰی ۱۳۷۱ھ) کی اسانید کا مجموعہ جو ''التحریر الوجیز فیمایبتغیه المستجیز'' کے نام سے ایک سوساٹھ صفحات پر مشتمل ایک رسالہ کی شکل میں چھپ چکا تھا دکھایا اور فرمایا کہ اس مجموعہ کے محدود نسخے میں نے اس مقصد کے لیے چھپوائے ہیں کہ اپنے بعض مخصوص ساتھیوں (شاگردوں) کو اجازتِ حدیث دیتے ہوئے اپنے شیخ حضرت علاّمہ محمد زاہد کوثری رحمۃ اللہ علیہ کا یہ ''ثَبَــت'' (اسانید کا مجموعہ) بھی پیش کیا کروں گا، تاکہ ان کو شیخ کی اسانید کا پتہ بھی چلے اور میرے ساتھ ساتھ میرے شیخ اور ان کے مشائخ سب کو دعاؤں میں یاد رکھا کریں، پھر انہوں نے اُس رسالہ کے سرورق پر اپنے ہاتھ سے تحریری اجازت نامہ لکھ کر مجھے عنایت فرمایا، قارئین کی دلچسپی کے لیے اجازت نامہ کا عکس درج کیا جارہا ہے:

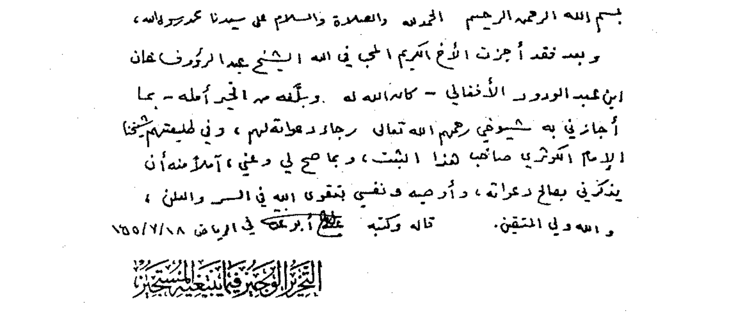

بسم الله الرحمن الرحيم الحمد لله والصلاة والسلام على سيدنا محمد رسول الله،
وبعد فقد أجزت الأخ الكريم المحب في الله الشيخ عبد الرؤوف خان
ابن عبد الودود الأفغاني - كان الله له. وبلّغه من الخير أمله - بما
أجازني به شيوخي رحمهم الله تعالى رجاء دعواته لهم، وفي طليعتهم شيخنا
الإمام الكوثري صاحب هذا الثبت، وبما صح لي وعني، آملاً منه أن
يذكرني بصالح دعواته، وأوصيه ونفسي بتقوى الله في السر والعلن،
والله ولي المتقين. قاله وكتبه عبد الفتاح أبو غدة في الرياض ١٤٠٥/٧/١٨

التحرير الوجيز فيما يبتغيه المستجيز

حضرت شیخ ابو غدّہ نے اس نشست میں اجازتِ حدیث کی مناسبت سے برّصغیر کے دینی مدارس کا ذکر کرتے ہوئے ان کی دینی اور اصلاحی خدمات کو سراہا اور ساتھ ساتھ حدیث پڑھانے والے بعض حضرات کے طرزِ تدریس کے ایک قابلِ اصلاح پہلو کی نشان دہی کرتے ہوئے فرمایا کہ:

''برصغیر کے مدارس میں حدیث پڑھانے والے بعض حضرات سال کے شروع میں اتنی لمبی تقریریں کرتے ہیں کہ زیادہ تطویل کی وجہ سے طلبہ کے لیے ناقابلِ فہم اور غیر مفید ہوا کرتی ہیں اور سال کے آخر میں چونکہ کتاب کا اکثر حصہ باقی رہ جاتا ہے اور ختم کرانا ضروری ہوتا ہے تو نہایت مختصر بات کرتے ہیں یا صرف عبارت پر اکتفا کرتے ہوئے ایک ہی گھنٹہ میں تقریباً ایک سو حدیثیں پڑھاتے ہیں، جس سے طلبہ کو بڑا نقصان ہوتا ہے، شیخ نے اس طرزِ تدریس پر تنقید فرماتے ہوئے مجھے نصیحت کی کہ تم شروع سے آخر تک اعتدال و پابندی کے ساتھ پڑھانے کی کوشش کرو اور میری یہ گزارش حدیث پڑھانے والے

دوسرے حضرات تک بھی پہنچا دو۔‘‘

حضرت علّامہ شیخ عبد الفتاح ابوغدّہ قدّس سرّہٗ العزیز کی مذکورہ بالا نصیحت سے مجھے بڑا فائدہ محسوس ہوا، اور میں اس مضمون کے ذریعہ شیخ کے حکم کے مطابق ان کی مذکورہ نصیحت کو حدیث پڑھانے والے دوسرے اہل علم حضرات تک بھی پہنچانا چاہتا ہوں، جیسا کہ اس سے قبل عربی مجلّہ ’’البیّنات‘‘ شمارہ نمبر: ۴، ۱۴۲۵ھ اور دارالعلوم دیوبند کے عربی مجلّہ ’’الدّاعی‘‘ شمارہ نمبر ۳، ۴ ماہِ ربیع الاوّل - ربیع الثانی ۱۴۲۶ھ میں میرے عربی مضمون کے اندر شیخ کی یہ نصیحت شائع ہوچکی ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

شیخ ابوغدّہ کی وفات اور مسجدِ نبوی میں نمازِ جنازہ اور جنت البقیع میں تدفین

حضرت علّامہ شیخ عبد الفتاح ابوغدّہ رحمۃ اللہ علیہ نے سنہ ہجری قمری کے حساب سے اپنی مستعار زندگی کے اکیاسی سال اور چند مہینے، اور سنہ میلادی شمسی کے حساب سے تقریباً اُناسی سال اس دارِفانی میں گزار کر بروزِ یکشنبہ ۹/ ۱۰/ ۱۴۱۷ھ مطابق ۱۶/ ۲/ ۱۹۹۷ء فجر کے وقت ریاض کے ایک ہسپتال ’’مستشفی الملک فیصل التخصُّصی‘‘ میں داعیٔ اجل کو لبیک کہا اور بروز دوشنبہ ۱۰/ ۱۰/ ۱۴۱۷ھ شاہی فرمان کے مطابق ان کی نعش کو خصوصی طیارہ کے ذریعہ مدینہ منورہ منتقل کیا گیا، جہاں مسجدِ نبوی میں بعد نمازِ عشاء ان کی نمازِ جنازہ ادا کی گئی جس میں ایک جمِ غفیر نے شرکت کی، نماز جنازہ کے بعد ان کے جسدِ خاکی کو جنّت البقیع میں سپردِ خاک کیا گیا۔

اللہ اُن کی لحد پر شبنم افشانی کرے

شیخ نے اپنے پیچھے ہزاروں شاگرد اور تالیفات وتحقیقات کا ایک بڑا ذخیرہ چھوڑا، جن میں سے باسٹھ کتابیں ان کی زندگی میں شائع ہوکر مقبولِ خاص وعام بن گئی تھیں، اور بعض زیرِ طباعت اور بعض پر کام جاری تھا کہ ان کا وصال ہوگیا، اب ان کے علمی وتحقیقی کاموں کی تکمیل میں ان کے باکمال و باصلاحیت صاحبزادے شیخ سلمان اَبوغدّہ حفظہٗ اللہ لگے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ شیخ ابوغدہ کو جنت الفردوس میں درجاتِ عالیہ نصیب فرمائے اور ان کی تالیفات اور علمی واصلاحی کارناموں سے لوگوں کو تا روزِ قیامت مستفید ومستفیض ہونے کا موقع عنایت فرمائے۔